سُورَةُ إبراھیم کی تفسیر

Lesson 1: Ibrahim (Ayaat 1- 17): Day 2

تعارف-:

سورۃ ابراہیم، نبی کے نام پہ ہے۔ نبیوں کے نام پہ چھ سورتیں ہیں۔ تین ہم پڑھ چکے ہیں۔ سورۃ یونس، سورۃ ھود، سورۃ یوسف۔ چوتھی سورت ہمارے سامنے ہے۔ اگلی سورۃ، سورۃ نوح اور سورۃ محمد ﷺ انشاءاللہ آگے جا کے پڑھیں گے۔

اس سورۃ کے اندر حضرت ابراہیمؑ کی مانگی ہوئی بہت خوبصورت دعائیں بھی ہیں۔

اسکا مضمون نبیؐ کی مکی زندگی کا آخری دور ہے۔ مشکلات کا، جُھٹلائے جانے کا دَور کہ جس میں حقیقت میں آپؐ کو ہر طرح سے تکلیفوں میں ڈالا جا رہا تھا۔ یہ وہی دَور تھا کہ جس میں حالات اس قسم کے ہو جاتے ہیں کہ خود پتا نہیں ہوتا کہ ہم کدھر جائیں، اور کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی باتوں کو سامنے لا کر اپنے نبیؐ کو تسلی دی کہ آپ اس کی فکر نہ کریں۔ جو کچھ آپؐ کے ساتھ ہو رہا ہے یہ کوئی نیا نہیں۔ پہلے انبیاء اکرام کے ساتھ بھی ہوا وہ آپکے سامنے ہے۔

آج اگر قومیں جُھٹلا رہی ہیں تو آپ نبیوں کی زندگی کا آخری دَور دیکھیں کہ اُن کا انجام کیا ہوا۔ اور یہاں سے ہم سب کو ایک سبق بھی ملتا ہے کہ جب بھی ہمیں دین کے نام پہ کوئی مشکل آئے، تو دوسرے لوگوں کے حالات دیکھ لینے چاہئیں جو ہم سے پہلے یہ کام کر رہے تھے۔ اور اُن کو اس راستے میں ستایا گیا تو اُنکا انجام کیا ہوا۔

سادہ سورۃ ہے۔ بہت خوبصورت آیات ہیں۔ اس سورۃ میں ہم جو مضامین خاص طور پر پڑھنے والے ہیں؛

1۔ ہدایت کا سفر، روشنیوں کا سفر ہے

2۔ شکر کی حیثیت

3۔ اس سے اگلے سبق میں ہم دیکھیں گے کہ اسلام کا سرسبز درخت کیا ہوتا ہے۔ بہت ہی معروف آیتیں، جن پر ہم اکثر بات کرتے ہیں، اس سورۃ میں آرہی ہیں۔

4۔ نبیؐ کے ساتھ ساتھ حضرت موسیٰؑ کی قوم کا تذکرہ آرہا ہے۔ بالکل ایسے محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کے ذریعے ہمیں دکھا رہے ہیں کہ پچھلے انبیا کے حالات دیکھتے جائیں تو آپکو بات سمجھ آجائے گی۔ اس میں خاص طور پہ قرآن کے عربی ہونے کی خوبیوں کا بھی تذکرہ ملے گا۔

ہر سورۃ کا پچھلی سورۃ کے ساتھ کوئی نہ کوئی ربط ضرور ہوتا ہے۔ پچھلی سورۃ کے آخر میں دین کے راستے میں آنے والی مشکلات کا تذکرہ دیکھا تھا۔ اب یہاں سے اللہ تعالیٰ نبی کو وہ مقصد سمجھاتے ہیں جس کے لیے کتاب آتی ہے۔ بلکہ میں اور آپ اس سبق کو سُنتے ہوئے یہ بات نوٹ کر لیں کہ جس کو قرآن اپنی زندگی میں لانا ہے، تو اُس کی زندگی میں بڑے سے بڑا طوفان بھی آجائے تو یہ کتاب اُسکو تھام لے گی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ۙ بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ اِلٰى صِرَاطِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ ۙ ﴿۱﴾

ال را۔ اے محمدؐ، یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاؤ، ان کے رب کی توفیق سے، اُس خدا کے راستے پر جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے ۔

الٓرٰ حروفِ مقطعات ہیں۔ اس سورۃ کا سورۃ رعد کے ساتھ جوڑ ہے۔ دونوں سورتوں میں کچھ ایسی آیات ہیں جو سورۃ بقرہ کی آیتوں سے ملتی جُلتی ہیں۔ سورۃ رعد میں کسی نبی یا رسول کا ذکر نام کے ساتھ نہیں آیا۔ اسی طرح سورۃ ابراہیم میں بھی انبیاء اور رُسُل کا تذکرہ تھوڑے سے مختلف انداز میں آئے گا۔ شروع کی چند آیات میں حضرت موسیٰؑ کا تذکرہ آئے گا، پچھلے دور کے انبیا کا ذکر جمع کے صیغہ میں آئے گا۔ آخر میں حضرت ابراہیمؑ کا ذکر ہو گا۔ سارے نبیوں کی دعوت کا خلاصہ ایک تھا۔ وہ کیا ☐ كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ، وہ سورتیں جو 'ر'؛ حروفِ مقطعات سے شروع ہو رہی ہیں وہ آیت کا حصہ ہوتے ہیں۔ اسی لیے پہلی ہی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حروفِ مقطعات کے بعد کتاب کا ذکر کیا۔ سورۃ یونس، سورۃ ھود، سورۃ یوسف، ان سب کا آغاز ال ر' سے ہو رہا ہے۔ سورۃ رعد میں 'الر' کے بیچ میں 'م' بھی آ گیا۔ یہ مماثلت ہوتی ہے۔ كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ پہلی بات، کہ آپؐ اس کتاب کے موجد نہیں، جبرائیلؑ کی طرف سے نہیں آئی بلکہ ہم نے اسکو نازل کیا۔ یہ بات تو پتھر پہ لکیر ہے لیکن اگلی بات میں لوگوں میں شبہات پائے جاتے ہیں تو فرمایا لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ تاکہ آپؐ لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالیں۔ اور یہ کیسے ہو گا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ، آپ کے رب کے اذن سے۔ اس آیت پہ آ کے میں ہمیشہ ایک جملہ بولتی ہوں کہ اگر قرآن کے مقصدِ نزول پر اس آیت کے علاوہ کوئی اور آیت نہ ہوتی تو یہ آدھی آیت کتاب کا مقصدِ نزول پیش

کرتی ہے۔ اور وہ "اندھیروں سے روشنیوں کی طرف لانا" ہے۔ یہ کتاب حقیقت میں انسان کو روشن خیال، روشن مزاج بناتی ہے۔ یہ کتاب انسان کے مادی وجود جو مٹی سے بنا ہے، اس کے اندر ایک ایسا چراغ جلاتی ہے کہ انسان اس کی روشنی میں جینا، مرنا، کھانا، پینا، اس کی راہنمائی میں کرتا ہے کہ اُس کی زندگی خوبصورت ہوتی ہے۔

اس کتاب میں نبیؐ کے ذریعے بات ہو رہی ہے۔ یہ کتاب "النَّاس" کے لیے آئی ہے۔ گویا آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب ایک نور ہے۔ یہ اللہ کی کتاب ہے۔ وہ ذات نورالنور ہے اور اُس کی کتاب نورانی ہے۔ ہمارا وجود دو چیزوں سے مل کے بنا۔ ایک ظلمانی، مٹی سے۔ آپ اسے لالٹین سے تشبیہ دے لیں۔ اس کے اندر ایک روحانی وجود ہے۔ یہ چراغ کی طرح ہے۔ مٹی کے چراغوں میں چھوٹے چھوٹے سوراخ کیئے جاتے تھے کہ آکسیجن آتی رہے اور چراغ جلتا رہے۔ اسی طرح ہمارے اندر بھی کچھ سوراخ ہیں۔ آنکھیں، کان، زبان، ان سارے سوراخوں سے آکسیجن اندر جاتی ہے تو ایمان کا لیمپ جلتا رہتا ہے۔ آج لوگ کہتے ہیں روشن خیال بنیں۔ یہ کتاب کہتی ہے لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ۔ یہ کتاب انسان کو حقیقت پسند بناتی ہے۔ تکلیفوں، دُکھوں اور مصیبتوں میں کیا کرنا ہے، یہ کتاب ہمیں بتاتی ہے۔

جب انسان اس کتاب کے ساتھ جُڑتا ہے تو وہ زندگی کے ہر پہلو کو روشن خیالی سی دیکھتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ اللہ نے اس کام میں میرے لیے کچھ رکھا ہو گا۔ دوسری بات اس آیت میں اندھیروں کے لیے الظُّلُمٰتِ کا لفظ آیا ہے، یہ جمع ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں النُّوۡرِ واحد ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ ہدایت ایک ہی ہے لیکن نور کے مقابلے میں ظُلُمات بہت سارے ہیں۔ یہ کتاب سب سے پہلے کفر کے

اندھیروں سے نکالتی ہے، شرک کے، نفاق کے، دنیا کی محبت دل میں پڑ جانے کے اندھیروں سے نکالتی ہے اور پھر اُس کی پوری زندگی سجنے لگتی ہے۔ لیکن یہ ہوگا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ، رب کی اجازت سے۔ رب کا اِذن اُن لوگوں کے لیے ہوتا ہے جو کوشش کرتے ہیں۔ پچھلی سورت میں تقدیر کی، ہدایت کی بات ہوئی۔

یہاں یہ بات بتادی کہ آپ کا کام لوگوں کو ہدایت کی طرف بلانا ہے، جمانا نہیں۔ آپ یہ کام کر دیں باقی کام اللہ تعالیٰ خود کرلے گا۔ "اَلھادی" اللہ کا نام ہے۔ اگر رسولوں کے ہاتھوں میں ہدایت ہوتی تو سب کو مل جاتی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نبیؐ نے خود اپنے بارے میں کیا کہا کہ میں تم سب کی طرف رسول ہوں، اللہ کا۔ لوگ جب اس کتاب کے موافق زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو یہ بالکل ایسے ہے کہ آپ سوئے ہوئے لوگوں کے پاس ایک چراغ جلادیں۔ کوئی بہت گہری نیند، پردے تان کے، ہیٹنگ یا اے۔ سی لگا کے سورہا ہو اور آپ ایک دم تیز روشنی کر دیں تو وہ جھنجھلا اُٹھتا ہے۔ اسی طرح جب آپ کسی کو اس کتاب کی طرف بُلاتے ہیں اور وہ آگے سے اُلجھنے لگتا ہے تو اصل میں آپ سوئے ہوئے کو جگا رہے ہیں۔ کیوں کہ سوئے ہوئے کو کوئی کام نہیں ہوتا۔ جب ہم یہ کام کرنے نکلتے ہیں تو معاشرے کو ہمارے سو عیب نظر آتے ہیں۔ کیوں کہ جب آپ سوئے ہوئے کو جگائیں گے تو اُسے اپنے آس پاس کا گند دکھے گا۔

اسی طرح جب اس کتاب کی روشنی انسان کی زندگی پر پڑے گی تو اُسے اپنے اندر کا گند نظر آئے گا۔ اس کتاب کی خدمت کرنے والوں کو یہی نیت کرنی ہے کہ ہم نے معاشرے کے اندھیروں کو روشنیوں میں بدلنا ہے اور اس کے لیے جمنا پڑے گا۔ اللہ نبیوں کو بتاتے ہیں کہ یہ آسان کام

نہیں۔لوگوں کے رنگ میں رنگ کے رہنا بہت آسان ہے لیکن اُن کے رنگ میں بھنگ ڈال کے اللہ کو خوش کرنا اصل کام ہے۔یہ نور سچی طلب والوں کو ملتا ہے۔سورۃ حدید آیت نو میں بھی اس سے ملتی جُلتی آیت آتی ہے هُوَ الَّذِیۡ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبۡدِہٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخۡرِجَکُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ بِکُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ (9)

وہ اللہ ہی تو ہے جو اپنے بندے پر صاف صاف آیتیں نازل کر رہا ہے تاکہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے،اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تم پر نہایت شفیق اور مہربان ہے۔

اسی طرح سورۃ بقرہ آیت 275 میں ہم نے اللہ تعالیٰ کیا یک بہت پیارا عمل پڑھا تھا کہ

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ؕ

جو لوگ ایمان لاتے ہیں،اُن کا حامی و مددگار اللہ ہے اور وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی میں نکال لاتا ہے۔تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ کتاب کی طرف آنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ آپکا ولی ہے۔اللہ کی طرف جانے والے راستے بہت خوبصورت ہیں لیکن اُن پہ چلنے کے لیے اس کتاب کی روشنی ضروری ہے۔اس کے بغیر آپ ان رستوں پر چل ہی نہیں سکتے۔جو اس کتاب سے دور ہیں وہ آج بھی دین کے نام پہ بھٹک رہے ہیں۔ صحیح اور غلط کیا ہے یہ وہی بتائے گا جس نے پیدا کیا۔اِلٰی صِرَاطِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ ۙ،اللہ کی صفات کا ذکر ہے کہ جب انسان اس کتاب کی طرف آتا ہے تو اُسے لگتا ہے کہ اُس کا سارا غلبہ ختم۔لوگ مجھے بہت کچھ سمجھتے تھے،اب کچھ نہیں سمجھ رہے۔اللہ کہتا ہے کہ یہ الۡعَزِیۡزِ کا راستہ ہے۔تم مغلوب ہوتے ہوئے دِکھ رہے ہو،وہ تمہیں غالب کر دے گا۔ہمیں لگتا ہے کہ اس راستے پر

چلنے سے ہم لوگوں میں ناپسندیدہ ہو رہے ہیں تو اللہ کہتا ہے میں تمہیں صِرَاطِ الْعَزِيْزِ دوں گا۔ ایک دن آئے گا کہ لوگ تمہاری تعریف بھی کریں۔

اللّٰهِ الَّذِي لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِۨ ﴿۲﴾

اور زمین اور آسمانوں کی ساری موجودات کا مالک ہے اور سخت تباہ کن سزا ہے قبولِ حق سے انکار کرنے والوں کے لیے۔

الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۳﴾ جو دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں، جو اللہ کے راستے سے لوگوں کو روک رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ راستہ (ان کی خواہشات کے مطابق) ٹیڑھا ہو جائے یہ لوگ گمراہی میں بہت دور نکل گئے ہیں۔

یہ آیت اُس شخص کو کافر کہتی ہے جو آخرت کے مقابلے میں دنیا کو پسند کرتا ہے۔ يَسْتَحِبُّوْنَ کسی کے مقابلے پہ پیار کرنا۔ دنیا سے محبت ہو سکتی ہے کوئی بڑی بات نہیں۔ لیکن دنیا "اَحَبّ" نہیں ہو سکتی۔ آخرت کا نقصان کر کے اس دنیا کی فائدہ لینا، یہ زیادتی ہے۔ یہ آیت ہم سب کو دعوت دے رہی ہے کہ ہم اپنے گریبان میں جھانکیں، اپنی ترجیحات کا تجزیہ کریں۔ اپنی زندگی کی مہلت سے فائدہ اُٹھائیں۔ اپنے وقت کا صحیح استعمال کریں۔ خود سے پوچھیں! میری صلاحیتیں کہاں کھپ رہی ہیں۔ میری زندگی کا نصب العین کیا ہے، صُبح سے شام تک میری بھاگ دوڑ کس کے لیے ہوتی ہے۔ کس متاع اُلغرور کے

پیچھے بھاگتے بھاگتے اصل اور آخرت کی زندگی کو ضائع کرتے ہیں۔ اور جب ایک انسان دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی کے بدلے چُنتا ہے تو لا محالہ اُسکا ایک نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ؛

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ وہ روکتے ہیں اللہ کے راستے سے۔ یعنی اپنے قول، فعل اور عمل سے لوگوں کو دکھاتے ہیں کہ دنیا ہی خوبصورت ہے۔ اسی کا غم کرو۔ جو لوگ زبان سے اللہ کے راستے سے آنے سے روکتے ہیں وہ بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ کیسے لوگوں کو روکتے ہیں، اس کتاب کو ٹیڑھا کر کے۔ اسی لیے فرمایا وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ، اس کتاب کے بارے میں کجی اختیار کرتے ہیں۔ سوچ لو، آج کے دور میں کیسے ممکن ہے۔ لوگ اتنا ڈرا دیتے ہیں کہ تم تو ریجیڈ ہو رہی ہو۔ تو انسان یہ سوچنے پہ مجبور ہو جاتا ہے کہ شائد میں غلط ہی کر رہا ہوں۔ اس کتاب پہ چلنے والوں کو لوگ انتہا پسند کہتے ہیں۔

شک پیدا کرنے سے دو باتیں ہوتی ہیں۔ جو کمزور لوگ ہوتے ہیں وہ پریشر میں آ کے اس راستے سے ہٹ جاتے ہیں۔ لیکن جو پکے ہوتے ہیں وہ اور جم جاتے ہیں۔ کہ یہ سچ ہے۔ ایک مبلغ کہتے ہیں کہ جس دین والے کو سارے لوگ ہی ٹھیک کہیں وہ ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ حق کا راستہ معاشرے سے اُلٹ راستہ ہوتا ہے۔ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ یہ لوگ بڑی دور کی گمراہی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ آپ ہدایت سے روکنے کی عملی مثالیں قدم قدم پہ دیکھ سکتے ہیں۔ ایک نوجوان جب اللہ کی توفیق سے اور اپنے شعور سے اپنے آپ کو دین کے راستے پر ڈالے تو اُس کے ماں باپ، دوست اُسے کہتے ہیں کہ دیکھ لو، اپنے کیریئر کی فکر کرو، اپنے مستقبل کی فکر کرو۔ تو لوگ ایسی باتیں کر کے دین سے پیچھے کرتے ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴﴾

ہم نے اپنا پیغام دینے کے لیے جب کبھی کوئی رسول بھیجا ہے، اُس نے اپنی قوم ہی کی زبان میں پیغام دیا ہے تاکہ وہ انہیں اچھی طرح کھول کر بات سمجھائے پھر اللہ جسے چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے، وہ بالادست اور حکیم ہے۔

ابھی چار آیتیں ہیں اور یہ دوسرا مقام آگیا ہے کہ کسی رسول کو اس لیے بھیجا جاتا ہے تاکہ وہ قوم کو اُن کی زبان میں اللہ کا پیغام سمجھائے۔ قرآن چونکہ عرب میں نازل ہو رہا تھا تو عربی میں تھا۔ بہت سارے لوگوں کو اس بات کو بھی بڑا دُکھ ہے کہ قرآن عربی میں کیوں ہے۔ آپ سوچیں کہ اگر قرآن ہر ملک میں اُن کی زبان میں نازل ہوتا تو قرآن تو ابھی تک نازل ہو رہا ہوتا۔ کیوں کہ کئی نئی زبانیں ابھی جاری ہو رہی ہیں۔ پھر نبی کو بھی اب تک رہنا چاہیئے تھا۔ آپ نوٹ کریں کہ نبیؐ نے ساری زندگی عرب نہیں چھوڑا۔ حجاز میں رہے۔ مکہ سے مدینہ آئے تو وہی کلچر تھا۔ کسی بھی جگہ پر کتاب کو نافذ کرنے کے لیے جم کے رہنا پڑتا ہے۔ کتاب پڑھنی، پڑھانی بہت آسان ہے لیکن اس کو نافذ کرنا، اس کے لیے جمنے کے ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ اپنے دور کے مطابق جس زبان میں تم اس قرآن کو سمجھنا چاہو سمجھو لیکن اصل قرآن عربی میں ہے۔ اور جن کو اپنی زبان میں کتاب ملتی تو اُنکو فوراً ماننا چاہیئے تھا لیکن نہیں مانے۔ تو زبان سے کچھ نہیں ہوتا، آپ صرف اپنی زبان میں اسے سمجھتے ہیں، چیز پیچھے سے اللہ کی ہے۔ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ تقدیر کا موضوع ہر جگہ اپنے ساتھ رکھیں کہ اللہ صرف اُس کو گمراہ کرتا ہے جو گمراہ ہونا چاہتا ہے۔

اور وَيَهْدِيٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ اسکو اپنا کوڈورڈ بنالیں۔ جو اُس کی طرف رجوع کرے گا، جُھکے گا اللہ اُسی کو ہدایت دے گا۔ کیوں کہ جس کو طلب نہیں اُس کے ساتھ کیوں زبردستی کی جائے۔ تو انسان اپنی زندگی میں یہ بات لے لے کہ میں نے اللہ کی بات کو سمجھنا بھی ہے اور دوسروں تک پہنچانا بھی ہے۔

اب اگلی پانچ سے آٹھ آیات تک "شُکر اور ناشکری" کا مضمون ہے۔ ان تینوں آیات کو اکٹھا پڑھیں گے اور آپ دیکھیں گے کہ اصل میں بات ناشکری کی نکلے گی۔ جو خود کو اس ہدایت کے سفر سے محروم کرتے ہیں وہ اصل میں ناشکرے پن کا اظہار کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿٥﴾

ہم اِس سے پہلے موسیٰؑ کو بھی اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیج چکے ہیں اسے بھی ہم نے حکم دیا تھا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لا اور انہیں تاریخ الٰہی کے سبق آموز واقعات سنا کر نصیحت کر اِن واقعات میں بڑی نشانیاں ہیں ہر اُس شخص کے لیے جو صبر اور شکر کرنے والا ہو۔

اس میں اور آیت نمبر ایک میں کیا فرق ہے۔ نبیؐ کو کہا گیا لِتُخْرِجَ النَّاسَ، لوگوں کی بات تھی۔ اس آیت میں موسیٰؑ کو کہا جا رہا ہے اَخْرِجْ قَوْمَكَ۔ نبیؐ کی نبوت اور دوسرے نبیوں کی نبوت میں یہ فرق ہے کہ دوسرے نبی کسی خاص گروہ کی طرف آتے تھے لیکن نبیؐ کو اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ وہ دن جس میں قوموں پر عذاب آیا۔ اس پر شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتاب "الفوزُ الکبیر" میں قرآنِ پاک کی مختلف قسمیں بیان کی ہیں۔

قرآن کی تقسیم مضامین کی صورت میں کی ہے۔، جیسے قصص، مثالیں، کرنے اور نہ کرنے والے اعمال۔ اسی میں کہتے ہیں کہ قرآن کا ایک خاص حصہ یہ ہے کہ قوموں پر جو بڑے بڑے عذاب آئے تھے اُن کو بنیاد بنا کے لوگوں کو ہدایت کی طرف بُلانے کا طریقہ اختیار کیا۔

اللہ کی نعمتوں کو دیکھ کر اللہ کی طرف آنا اسکا تذکرہ ملتا ہے۔ یہ سب کہہ کے فرمایا اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوۡرٍ۔ یہاں دو لفظ ہیں صَبَّارٍ اور شَكُوۡرٍ۔ اگر ان کے اندر سے ڈھونڈیں گے تو صبر اور شکر نکلے گا۔ صابر اور صَبَّار میں کیا فرق ہے۔ صابر کا مطلب صبر کرنے والا اور صبار کا مطلب بہت زیادہ صبر کرنے والا۔ یہ دونوں صفات ایک دوسرے کے ساتھ ضروری ہیں۔ ہر بندہ ان میں سے ایک حالت میں ضرور ہو گا۔ یا وہ صبر کی حالت میں ہو گا یا شُکر کی حالت میں ہو گا۔ اللہ نعمتیں دے تو شُکر والا اور اگر تکلیف دے تو صبر والا۔

حضرت صُہیب بن صنان کی مشہور روایت آپ کئی بار سُن چکے ہوں گے کہ اللہ کے نبیؐ نے فرمایا، مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے، اس کا ہر معاملہ بہتر ہے۔ (یہ کیفیت مومن کے سوا کسی کی نہیں ہوتی) اگر اسکو خوشی ملی تو شُکر کرتا ہے تو وہ اُس کے لیے بہتر ہو گا۔ پھر جب اُس کو کوئی تکلیف پہنچی تو صبر کرتا ہے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہو گا۔

میں اور آپ ان دو میں سے کسی ایک کیفیت میں ہر وقت ہوتے ہیں۔ دونوں امتحان کے پرچے ہیں۔ جیسے سی، سا ہوتا ہے۔ آپ اوپر ہوتے ہیں تو صبار کے درجے پہ ہوتے ہیں، اُس سے نیچے آتے ہیں تو صبر کے درجے پہ اور نیچے شُکر کے درجے پہ۔ اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو اپنے حالات کے اُتار چڑھاؤ میں پہچانیں۔ خوشی اور غم امتحان کے دو پرچے ہیں۔ اگر خوش رہنا چاہتے ہیں تو خوشیوں میں

خوشی دینے والے کو نہیں بھولنا۔ اور غموں میں غم دُور کرنے والے کو نہیں بھولنا۔ غم میں صبر کرنا آسان ہوتا ہے لیکن خوشیوں میں شُکر کرنا مشکل ہوتا ہے۔ آیت سات میں ہم پڑھیں گے کہ صبر اور شکر کیا ہوتا ہے۔

وَاِذْقَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿٦﴾

یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا "اللہ کے اُس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے اس نے تم کو فرعون والوں سے چھڑایا جو تم کو سخت تکلیفیں دیتے تھے، تمہارے لڑکوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ بچا رکھتے تھے اس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہاری بڑی آزمائش تھی ۔

اللہ کی طرف سے آزمائش تھی اور تکلیف فرعون دے رہا تھا۔ تو پتا چلا کہ بُرے حکمرانوں سے جو تکلیفیں پہنچتی ہیں وہ اللہ کی پکڑ ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ لوگوں میں شر دیکھتا ہے تو وہ بُرے لوگوں کو اُن پر مسلط کر دیتا ہے۔ حالات کے اُتار چڑھاؤ سے جو سکھانا ہے وہ اگلی آیت ہے۔

آیت وہی ہے جو پیچھے بڑی تفصیل سے ہو گئی کہ بنی اسرائیل پہ دو دَور گزرے تھے۔ ایک تکلیفوں کا، جب چالیس سال کی غلامی میں تھے، بہت کامیاب رہے۔ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو بھیجا، اُن کے ساتھ مل کے فرعون سے نجات لی۔ تکلیف کا صبر بنی اسرائیل برداشت کر گئے۔ لیکن اصل تکلیف تب آئی جب اُن کو آزادی مل گئی۔ کہہ لیجیے خوشیوں کا صبر بہت تھوڑے لوگ کرتے ہیں۔ خوشیوں میں ناچنے، اُچھلنے کو دل کرتا ہے۔ ایسے میں کون اللہ کو یاد کرے۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں؛

وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكُمۡ لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِىۡ لَشَدِيۡدٌ ﴿۷﴾

اور یاد رکھو، تمہارے رب نے خبر دار کر دیا تھا کہ اگر شکر گزار بنو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا اور اگر کفران نعمت کرو گے تو میری سزا بہت سخت ہے۔"

نبیؑ کو کہا کہ شکر کریں اور نبیؑ کے ذریعے ہمیں کہا جارہا ہے کہ شکر کرو گے تو زیادہ دوں گا۔ یہاں کفر" کفرانِ نعمت" کے طور پہ ہے۔ اور اسی سے مُراد "کفر" نہ ماننے والے بھی ہیں۔ کافر دنیا کا سب سے زیادہ ناشکرا شخص ہے جو اللہ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتا۔ نعمتیں ہوتی ہیں لیکن کافر کو نظر نہیں آتیں۔ یا چیزیں نظر آتی ہیں لیکن چیزوں کے پیچھے 'ربّ' نظر نہیں آتا۔

وَقَالَ مُوۡسٰۤى اِنۡ تَكۡفُرُوۡۤا اَنۡتُمۡ وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ حَمِيۡدٌ ﴿۸﴾

اور موسیٰؑ نے کہا کہ "اگر تم کفر کرو اور زمین کے سارے رہنے والے بھی کافر ہو جائیں تو اللہ بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے"۔

یہ وہ دو آیات ہیں جن سے ہم شُکر پہ بات کرتے ہیں۔ شکر کیا ہے کہ گائے کا تھوڑا چارہ دینے کے باوجود زیادہ دودھ دینا۔ انسانوں میں شُکر کیا ہے کہ اللہ بندے کو تھوڑا بھی دے، حالانکہ اللہ کسی کو تھوڑا نہیں دیتا، لیکن تھوڑا ملنے پر شُکر زیادہ کرے۔ شکر کے تین درجے ہیں۔

1۔ شکر بن قلب، دل سے شکر ادا کرنا، خوش ہونا۔ "تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡب" اصل میں دل سے شکر ہے۔ جلے کُڑھے نہ، کہ میری قسمت میں ہی یہ لکھا تھا۔ یہ سب نہ کہے۔

2۔ شُکر باللسان، زبان سے شکر۔ زبان سے اللہ کے گُن گائے، ہر بات پہ کہے الحمدُ لِاللہ، لَا حَولَا وَلا قوۃَ اِلاَ بِاللہ، میرا رب ہی ہے یہ سب دینے والا، کوئی اور نہیں دے سکتا۔ ہمیں کوئی نعمت ملتی ہے تو ہم اپنی تعریف شروع کر دیتے ہیں۔ اللہ کے نبیؐ نے زبان سے شکر کرنے کے کئی طریقے سکھائے۔ ہر نماز کے بعد 33 دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا بھی شکر ہے۔

3۔ شکر بِالجوارح، جسم کے اعضاء کے ساتھ شکر ادا کرنا۔ اللہ کی فرمانبرداری کرنا۔ نعمت دینے والے نے جس چیز کو جس لیے دیا ہے اُس کے مطابق استعمال کرنا۔ آنکھوں کو شکر یہ ہے کہ آنکھوں کو اللہ کے راستے میں لگادیں۔ اچھی چیزیں دیکھیں اور ناشکری یہ ہے کہ بُری چیزیں دیکھیں۔ ناشکری اصل میں کسی چیز کا ناجائز استعمال ہے۔ آپ جس چیز کو ناجائز استعمال کریں گے اللہ وہ چیز ہم سے ہٹا دے گا۔ اسی طرح کانوں، دل، زبان کا شکر ہے۔ شکر نعمتوں کو بڑھا دیتا ہے۔ ناشکری کا نتیجہ احسان فراموشی ہے۔ بندے سے پہلی نعمت بھی چھِن جاتی ہے۔

اسی لیے فرمایا کہ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ۔ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی کیا۔ ایک حدیث سے ہمیں اس کی عملی مثال ملتی ہے۔ حدیث کا خلاصہ ہے۔ ابو ہُریرہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں تین لوگ تھے۔ ایک کوڑھی کا مریض تھا، دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا تھا۔ اللہ نے ان کو آزمانا چاہا۔ ایک فرشتے کو انسانی شکل میں باری باری ان تینوں کے پاس بھیجا اور ان کی خواہش پوچھی۔ کوڑھی کے مرض والے نے کہا کہ میری جلد اچھی ہو جائے، لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اُس کے منہ پہ ہاتھ پھیرا، اُس کی جلد صاف ہو گئی۔ فرشتے نے پوچھا تمہیں کونسی چیز اچھی لگتی ہے، کہنے لگا مجھے اونٹ بہت اچھے لگتے ہیں۔ فرشتے نے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی اُسے دے دی

اور کہا کہ اللہ اس میں برکت دے گا۔ فرشتہ گنجے کے پاس گیا۔ اُس کی خواہش پوچھی۔ اُس نے کہا میرا گنج پن دور ہو جائے، فرشتے نے ہاتھ پھیرا اور اُس کے بال آ گئے۔ فرشتے نے پوچھا کہ تمہیں کیا چاہیئے۔ کہنے لگا کہ مجھے گائے بہت پسند ہیں۔ اُسے ایک حاملہ گائے دے دی گئی اور کہا کہ اللہ اس میں برکت دے گا۔ اب وہ اندھے کے پاس آیا، پوچھا تمہیں کیا چاہیئے۔ کہنے لگا کہ میری بینائی واپس آ جائے۔ فرشتے نے ہاتھ پھیرا اور اُس کی بینائی واپس آ گئی۔ اب اُس سے پوچھا تمہیں کیا چاہیئے تو کہنے لگا مجھے بکریاں اچھی لگتی ہیں۔ فرشتے نے ایک حاملہ بکری دی اور کہا کہ اللہ برکت دے گا۔ یہ نعمت کی آزمائش تھی۔ کچھ مدت کے بعد فرشتہ دوبارہ کوڑھی والے کے پاس آیا اور کہا کہ میں محتاج ہوں، میری مدد کرو۔ دیکھو اللہ نے تمہیں کتنا اچھا رنگ دیا۔ یہ آگے سے بہانے بنانے لگا کہ میں نے تو بہت لوگوں کا قرض دینا ہے۔ پوری نہیں پڑتی۔ فرشتے نے کہا کہ تم کوڑھی کے مریض تھے، تمہارے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ اللہ نے تمہیں اتنا نوازا۔ کہنے لگا نہیں میں تو جدی پُشتی امیر ہوں۔ یہ سب مجھے میرے باپ دادا سے ملا ہے۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تو جھوٹ بولتا ہے تو اللہ تجھے تیری پہلی حالت پہ لوٹا دے گا۔ وہاں سے اُٹھا اور گنجے کے پاس گیا، اُس نے بھی بالکل وہی جواب دیا جو پہلے والے نے دیا۔ فرشتے نے اُسے بھی وہی بد عادی۔ اب وہ اندھے کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اللہ کے نام پہ مانگتا ہوں، ضرورت مند ہوں، مجھے کچھ دو۔ اُس نے کہا یہ میری بکریاں ہیں ان میں سے جو چاہو لے لو۔ میں تمہیں اللہ کے نام پہ دیتا ہوں۔ میں بہت محتاج تھا، اب اللہ کا شکر ہے۔ جب اُس نے کہا جو چاہو لے لو تو فرشتے نے کہا کہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ میں تو فرشتہ ہوں۔ اصل میں اللہ نے تم تینوں کو آزمایا تھا۔ اللہ تجھ سے خوش ہو گیا اور تیرے دونوں ساتھوں سے ناراض ہو گیا۔ یہ بُخاری کی روایت ہے۔ "کتاب الانبیاء" کی۔

ان تین کے آگے اپنے آپکو چوتھے نام پہ لکھ لیں جب نعمت نہیں ہوتی تو رونا دھونا تہجدیں، آہ وزاریاں دبے رہتے ہیں اگر اللہ نعمت دے سکتا ہے تو چھین بھی سکتا ہے۔ دس سال سے بچہ نہیں تھا اللہ نے دے دیا وہ لے بھی سکتا ہے۔ اللہ نے آپکی شادی کروائی وہ برکت بھی ڈال سکتا ہے۔ شُکر کریں گے تو نعمت بڑھے گی۔ اور ناشکری کا نقصان ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کو معراج کی رات دکھایا گیا کہ جہنم میں عورتیں زیادہ تھیں۔ پوچھا گیا تو کہا کہ وہ کُفر کرتی تھیں کفر باللہ کا کُفر کہا؟ نہیں شوہروں کی ناشکری تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم عمر بھر عورت سے بھلائی کرو پھر وہ تمہارے اندر کوئی ناگوار بات دیکھے، کہے گی کہ میں نے تو کبھی آپ سے خیر ہی نہیں پائی۔ یہ بھی بُخاری کی روایت ہے کتابُ الایمان کی۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کا شُکر ادا کریں۔ وہ بہت بے نیاز ہے۔ میرے شُکر یا ناشُکری سے اسکی خدائی میں کوئی فرق نہیں پڑتا البتہ مُجھے فرق پڑتا ہے۔ میں اچھا کروں گی فائدہ ہو گا اور نہیں کروں گی تو نہیں ہو گا۔
یہ جو حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ آپ شکر یا کفر کریں دونوں برابر ہیں۔ ایک حدیث قُدسی میں ہے مسلم کی روایت ہے کہ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے، سب جن وانس سب کے سب اعلیٰ درجے کے متقی بن جائیں اور پوری دُنیا نیک لوگوں سے بھر جائے تو اس سے بھی میری بادشاہی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور اگر تم سب جن وانس سب کے سب بد سے بدتر اور بُرے بن جاؤ تو پھر بھی میری بادشاہی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا یہ صحیح مسلم کتابُ البرّ کی روایت ہے۔

لہذا اپنے آپ کو چیک کریں ہمارا رویہ خوشیوں میں کیا ہو جاتا ہے۔ یہ ہر ایک اپنے آپ سے پوچھے چونکہ خوشیوں میں ہمارا رویہ اصل ہوتا ہے، اسی طرح غموں میں بھی کچھ نہ کچھ پردے اُتر جاتے ہیں۔ نبیوں نے ہر ایک کو دعوت دی لیکن فائدہ صابروں اور شاکروں نے لیا۔ اپنا مُحاسبہ کرتے ہیں کیا میں مُشکلات میں صبر اور نعمتوں پہ شُکر کرتی ہوں، مُشکلات میں بے صبری کا مظاہرہ تو نہیں کرتی۔ بیہقی کی روایت ہے کہ ایمان کے دو حصے ہیں آدھا حصہ صبر اور آدھا شُکر۔ صبر کیا ہے اس پہ ایک دو کوٹیشنز سناؤں گی۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ نعمت اللہ کے شُکر سے جُڑی ہوئی ہے اور نعمت بڑھتی رہے گی جب تک شُکر بڑھتا رہے گا۔ اسی طرح ابنِ قیم فرماتے ہیں اپنی نعمتوں کو شُکر کے ذریعے قید کر دو یعنی آپ اچھے دنوں میں اللہ کے اور قریب ہوں تو آپکی نعمت قید ہو جائے گی۔

ہم انسان ہیں اور اللہ تو سارے جذبوں سے پاک ہے لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ۔ یہ جو آپ تیرہ پاروں سے جُڑے ہوئے ہیں یہ شُکر بِالجوارح ہے۔ آج آپ اس کلاس کی کبھی دل میں ذراسی ناشُکری لا کے تو دیکھیں، اللہ اس کلاس سے باہر نکال دے گا۔ اگر میں کہوں کہ مجھے ان جیسے سٹوڈنٹ نہیں چاہیے تو اللہ کہے گا کہ جاؤ پھر انکو بھی تمہارے جیسے استاد نہیں چاہئیں۔ اللہ میرے سے اچھے استاد دے گا۔ کتاب کی ناشُکری انسان کو دُنیا میں کہیں کا نہیں چھوڑتی۔ میاں بیوی لڑیں جھگڑیں پھر بھی ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں۔ حالات کبھی اچھے بُرے گُزر جاتے ہیں، لیکن جب زبان کھل جاتی ہے میں تمہارے ساتھ تو رہ نہیں سکتی، میں تمہیں پسند نہیں کرتی ا۔ گر شوہر بھی غصے کے تیز ہوئے تو زبان سے کُچھ نکل جائے گا۔ اس لیے ناشکرے لوگ اپنے پاؤں پہ خود کلہاڑی مارتے ہیں۔

ابراھیم بن ادھم نے ایک دفعہ کسی فقیر کو دیکھا جو رب کی ناشکری کر رہا تھا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے تو کہنے لگے کہ جو اللہ نے آپ کو دیا ہے اس پہ شکر ادا کیوں نہیں کرتے کہنے لگا کہ اس نے کیا دیا ہے جس پہ شکر ادا کروں۔ اس نے کہا اچھا اپنے بازو کاٹو اور ایک لاکھ دینار میں مجھے دے دو۔ اس نے کہا نہیں میں تو نہیں دوں گا۔ اس نے کہا اچھا اگر میں آپکی آنکھیں ایک لاکھ میں مانگوں تو دے دو گے۔ اسی طرح بار بار پوچھتے رہے، پھر کہا دیکھو تم لاکھوں دینار کے مالک ہو پھر بھی کہتے ہو کہ میں فقیر ہوں۔

ایک اور واقعہ جو بہت پیارا اور میں اکثر سناتی ہوں آپ بھی پڑھنا چاہیں تو امام ذہبی کا ہے سیر ُالایام کی کتاب میں پڑھ سکتے ہیں۔ وہ واقعہ اس طرح ہے کہ عبد اللہ صحرا میں سفر کرتے ہوئے اپنا راستہ بھول گے۔ پہاڑ کے اُوپر ایک پھٹا ہوا پرانا ٹینٹ دیکھا۔ اسکے اندر داخل ہو گئے۔ دیکھا ایک بوڑھا شخص جو اندھا بھی ہے اور ہاتھ پاؤں بھی نہیں یعنی اپاہج ہے اور اسکی زبان پہ اللہ کی حمد و ثناء کے کلمات تھے۔ کہتا ساری تعریفیں اس کے لیے ہیں جس نے بہت سارے بندوں پہ مجھے فضیلت دی۔ کہتا کہ میں اسکے پاس گیا اور کہا کہ میں ایک مسافر ہوں اور راستہ بھول گیا ہوں۔ اس مسافر نے کہا کہ مجھے ایک بات تو بتاؤ کہ تمہارا سارا جسم اپاہج ہے تم ابھی کس چیز پہ شکر ادا کر رہے تھے۔ تمہاری نہ آنکھیں نہ ہاتھ۔ اس نے کہا دیکھو میرا دماغ ٹھیک ہے اور دنیا میں آج کتنے لوگ ہیں جن کا دماغ خراب ہے تو کیا اللہ نے مجھے ان سے فضیلت نہیں دی۔ میں سن سکتا ہوں لیکن دنیا میں کتنے ہیں جو سُن نہیں سکتے، مجھے فضیلت دی، میں بول سکتا ہوں اور میں اسلام پہ ہوں۔ دنیا میں کتنے لوگ ہیں جو کفر پہ ہیں اور اللہ نے مجھے اسلام کا تحفہ دیا۔ عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں مرعوب ہوا اور میں نے پوچھا بابا جی آپ کا کیا حال ہے؟ تو کہتے ہیں کہ

اس نے پھر اپنی پوری کہانی سنائی کہ میری پوری فیملی کسی حادثے میں مر گئی ایک چھوٹے پوتے کے سوا۔ میں اور میرا پوتا زندہ ہیں۔ بچہ چھوٹا ہے وہ باہر جاکے کچھ کر کرا کے میرے اور اپنے لیے کھانا لے آتا ہے، جس سے ہماری گزر چل رہی ہے۔ اس نے کہا اچھا اب میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں۔ بزرگ نے کہا کہ کل سے وہ بچہ گھر نہیں آیا اسکو ڈھونڈ کے لاؤ۔ میں جا کے نہیں دیکھ سکتا کہ وہ کدھر ہے۔ عبداللہ کہتا ہے کہ میں وہاں سے نکلا اِدھر اُدھر صحرا میں بھٹکتا رہا کہیں نظر نہ آیا۔ پھر دور سے مجھے کچھ گِدھ دکھائی دیئے جو لاشوں کو کھاتے ہیں۔ نا چاہتے ہوئے بھی میں ادھر گیا تو دیکھا اس بچے کی لاش پڑی ہے، جسے لومڑی کھا چکی ہے۔ عبداللہ سمجھ گئے کہ یہ بچہ اس کا ہو گا۔ جو اس نے حال احوال بتائے تھے۔ خیر سوچتا رہا کہ اب جاؤں تو جا کے کیا بتاؤں۔ کبھی سوچا جاؤں ہی نہ لیکن وعدہ کر کے آئے تھے۔ کہتے جب میں واپس گیا جو نہی بابا جی نے میرے قدموں کی آہٹ سنی تو کہا "آ گیا میرا بچہ تو نے اس کو پا لیا"۔ وہ اس کا انتظار کر رہا تھا عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا بعد میں بتاتا ہوں پہلے میرے چند سوالات کے جواب دیں کہنے لگا یہ بتاؤ کہ اللہ کو آپ سے زیادہ پیارا ہے یا حضرت ایوب سے۔ بزرگ کہنے لگے ایوب سے، پھر پوچھا کہ آپکا درجہ بلند ہے یا حضرت یعقوبؑ کا۔ بزرگ نے کہا یعقوبؑ کا۔ بزرگ ہر بات میں کہہ رہے ہیں کہ نبیوں سے اللہ کو میری نسبت زیادہ پیار ہے۔ تو پھر عبداللہ نے کہا بابا جی تو اپنے پوتے پہ صبر کر لیں، آپ کا پوتا فوت ہو گیا ہے۔ اسکے بعد کہتے ہیں کہ اس بزرگ نے ایک چیخ ماری اور ساتھ ہی اِنّا للہِ پڑھا اور روح پرواز کر گئی۔ کہتے کہ کسی طرح سے میں نے اسکو کفن دفن کیا اور بہت پریشانی کی حالت میں گھر واپس لوٹ آیا اور کھانا کھا کے فریش ہو کے سو گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ ہی بزرگ بڑے جوان اور اچھے رنگ روپ میں ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ اتنی جلدی آپکی حالت کیسے بدل گئی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تو آپ اتنی

خستہ حالت میں تھے۔ تو اس پہ اس نے یہ آیت پڑھی سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَى الدَّارِؕ ﴿۲۴﴾ (اور کہیں گے) تم پر رحمت ہو (یہ) تمہاری ثابت قدمی کا بدلہ ہے اور عاقبت کا گھر خوب (گھر) ہے

یاد رکھیں اگر آپ دوسروں کو تکلیفوں میں دیکھیں گے تو آپ کو اپنے دکھ کم لگیں گے۔ خوش رہنے کا راز ہی یہ کہ اپنے سے نیچے دیکھیں۔ کبھی بھی تکلیف آئے تو سوچیں اس سے بڑی بھی آسکتی ہے۔ اگر سر میں درد ہے تو شکر کریں، کینسر تو نہیں ہے۔ ہاتھ میں درد ہے، شکر ہے دل میں تو نہیں، چل نہیں پا رہی، شکر ہے سانس تو چل رہی ہے۔ یقین کریں مجھے اور آپکو جینے کا کوئی حق نہیں اس کے باوجود کہ ہم ناشکری کر رہے ہیں۔ اگر شکر کرتے تو زمین سے بھی کھاتے اور آسمان سے بھی کھاتے۔

تو لہٰذا اپنے شکر کو بڑھائیں گے تو نعمت بھی بڑھے گی۔ حضرت داؤد کا قول ہے اے اللہ میں شکر کر رہا ہوں یہ شکر بھی تیری نعمت ہے بتا اس کا حق کیسے ادا کروں؟ دیکھیں نعمتیں صرف مادی، جسمانی نہیں ہوتیں۔ کپڑا جوتا، کھانا، پینا یہ تو آج سب کے پاس ہے لیکن شکر کی توفیق ملنا بھی ایک بڑی نعمت ہے۔ اور اچھائی کرنے کا موقعہ ملنا بھی ایک نعمت ہے۔ قرآن کا پڑھنا اور ٹیسٹ دینا بھی نعمت ہے۔ اسائنمنٹ کرنا بھی نعمت ہے فیوچر میں آپکی نعمتیں بھی بہت تھوڑی ہونگی۔ جو جتنا اچھا سٹوڈنٹ بنے گا، کل اتنا اچھا استاد بنے گا۔ یہ ساری باتیں کیوں چلتی رہتی ہیں کیونکہ ہر استاد پہلے سٹوڈنٹ ہوتا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ سٹوڈنٹ نہ بنیں اور ٹیچر بن جائیں۔ بچی نہ بنیں اور ماں بن جائیں۔ تو جو خود انسان کی اپنے ساتھ کیفیت ہوتی ہے وہی اس کے ساتھ دوسرے کی ہوتی ہے۔ یہ تقدیر پر راضی ہونے سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ جتنا اللہ کے فیصلوں کو قبول کریں گے، اتنی آپکی زندگیوں میں خوشیاں

آئیں گی۔ اور اللہ کا اور بندوں کا شکریہ ادا کرنا چاپلوسی نہیں ہے۔ ہم ایسے بہت کہتے ہیں کہ آپکے احسانات بہت ہیں لیکن یہ شکر نہیں ہوتا۔ اگر ماں باپ تھوڑا سا ڈانٹیں تو بچے دور بھاگتے ہیں، امی آپ تو لیتی نہیں دیتی نہیں تو امی کہیں گی کہ میرا کوئی حق نہیں آپکو ڈانٹنے کا۔ کوئی بچہ کہے کہ میں آپکو ماں نہیں بناتا کسی اور کو ماں بنالیتا ہوں تو یہ بات نہیں بنتی۔ یاد رکھیں ہر تکلیف خوشی میں اللہ کا دامن نہیں چھوڑنا اور دیکھیں شکر سے تکبر کی نفی ہوتی ہے۔ جو ناشکرا ہوتا ہے وہ متکبر ہوتا ہے۔ وہ کہے کہ میں بہت بڑا ہوں۔ جو مانگیں اس کے ساتھ شکر مانگیں۔ اے اللہ جو مانگا اس پہ بھی شکر اور جو نہیں مانگا بن مانگے مل گیا اس پہ بھی تیرا شکر ہے۔ اللہ نے ہماری ضروریات نہیں خواہشات بھی پوری کیں۔

اسی طرح اپنے کاموں کا کریڈٹ اللہ کو دینا سیکھیں گے تو بہت ملے گا۔ اللہ کو ایسے بندے بہت پیارے لگتے ہیں۔ حضرت ابراھیم کے بارے میں ہم اگلی سورت میں پڑھیں گے کہ وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا تھا۔ کسی چیز نے انکو اللہ کے راستے سے نہیں روکا۔ جتنا صبر آئے گا اتنا شکر آئے گا۔ مرضی کے خلاف کام پر صبر مرضی کے کام کے مطابق شکر۔

زندگی میں وہ کام ہوں گے جو آپ نہیں چاہتے تھے، اس پہ صابرہ اور جو آپ چاہتے تھے وہ ہو گیا تو اس پہ بھی شاکرہ۔ اور جو صابر ہو گا وہ شاکر ضرور ہو گا۔ یہ دونوں آپس میں ملتے جُلتے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ صبر شکر میں اور شکر صبر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ دنیا میں کسی کو کچھ ملتا ہے تو اسکے بدلے ہم اسکو کچھ دیتے ہیں تو جب اللہ سے کچھ ملتا ہے تو اس کو اسکے بدلے شکر چاہیے۔

تبھی تو کہا اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَۙ تو ہم اللہ کی نعمتوں کو ذمہ داری سمجھیں گے۔ اور بندوں کا شکر ادا کریں گے۔ جتنا زیادہ ہم ناشکری کرتے ہیں، اپنا نقصان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق دے اپنا

محاسبہ کریں، دکھ اور سکھ میں میرا کیا رویہ ہوتا ہے؟ خوشی اور غم کی حالت میں، نعمت کے ملنے اور چھننے پہ۔ اللہ دنیا میں ہم کو چھوٹی چھوٹی نعمتیں دے رہا ہے اور ہم ان نعمتوں کو لے کے اکڑ جاتے ہیں۔